اردو آپ بیتیانیہ ادب کے ارتقاء میں قرۃالعین حیدر کی خدمات

The Role of Qurratul-Ain-Hyder in the Evolution of Autobiographical Literature in Urdu

Dr. Farheena Shirin Naseeruddin
Asst. Professor & Head of Department of Urdu
L. P. Pavade Mahila College, Warud, Dist. Amravati (M.S)
E-mail: farheenashirin95@gmail.com

ڈاکٹر فرحینہ شیرین نصیر الدین
صدر شعبہ اردو
ایل-پی-پاوڑے مہیلہ کالج وروڈ، ضلع امراوتی، مہاراشٹر

تمہید:

اردو ادب کی مختلف موضوعاتی اقسام میں ایک قسم آپ بیتیانہ ادب بھی ہے۔یعنی ایسا ادب جس میں ادیب اپنے جذبات، خیالات، رجحانات، حالات عہد وماحول کی باتیں خود براہ راست بیان کرتا ہے۔یہ گویا کسی ادیب کے اپنے خود کے بیان کردہ حالات زندگی ہوتے ہیں۔ادب میں یہ یا تو زبانی بیان کئے جاتے ہیں(آپ بیتی) یا لکھ کر بیان کئے جاتے ہیں۔ باقاعدہ تحریر کرنے پر انہیں خودنوشت کہا جاتا ہے۔اگر ان کو بقید وقت دن، تاریخ، ماہ وسال لکھا جائے تو انھیں یاد نگاری کہا جاتا ہے۔اگر ان کو بقید وقت دن تاریخ ماہ وسال لکھا جائے تو یہ روزنامچہ کی شکل میں پیش ہوتے ہیں اور اگر کسی سفر کے احوال میں لکھے جائیں تو سفر نامہ کہلاتے ہیں اور کسی واقع میں شریک ہو کر رواں تبصرے کے ساتھ بیان ہو تو رپورتاژ کہلاتے ہیں اور اگر کسی کو بطور پیام لکھ کر ارسال کیا جائیں تو مکتوب یا خط کہلاتے ہیں۔اس طرح خودنوشت، یاد نگاری، روزنامچہ، سفر نامہ، رپورتاژ اور مکتوبات کو آپ بیتیانہ ادب کا نام دیا جاتا ہے۔اُردو میں آپ بیتیانہ ادب (مختلف اصناف میں) کی تخلیق وترویج میں جہاں مرد ادیبوں نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں وہیں خواتین ادیبوں کی ایک قابل لحاظ تعداد نے بھی اس ادب کی تخلیق ترویج وترقی میں نہایت اہم خدمات انجام دی ہیں۔ جس میں قرۃالعین حیدر کا نام نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔قرۃالعین حیدر نے باقاعدہ روایتی آپ بیتی تو کم لکھی مگر ان کے افسانوں، ناولوں اور مضامین میں ذاتی تجربات، یادیں، ہجرت کا کرب، تاریخ اور ذات کی گونج اس شدت سے ملتی ہے کہ وہ ام آپ بیتی ادب کی ایک نئی شکل سامنے لاتی ہے۔انہوں نے آپ بیتیانہ ادب کو فکری گہرائی، تہذیبی شعور اور تاریخی وسعت عطا کی۔ آپ بیتیانہ ادب میں قرۃالعین حیدر کی خدمات نہایت اہم اور منفرد ہیں۔

قرۃالعین حیدر بطور خودنوشت نگار:

قرۃالعین حیدر کا شمار عہد حاضر کی صف اول کی ادیبہ، افسانہ نگار، ناول نگار، رپورتاژ نگار، سفر نامہ نگار وخودنوشت نگار میں ہوتا ہے۔قرۃالعین حیدر کی کتاب کارِ جہاں دراز ہے آپ بیتی اور فکشن کا فنکارانہ امتزاج اور ان کا فیملی ساگا (سرگذشت خاندان) ہے۔اس میں انہوں نے تاریخی حقائق کو افسانوی زبان واسلوب میں پیش کیا ہے۔ نکادانِ فن نے اسے فیکٹس اینڈ فکشن کا دلکش وفنکارانہ امتزاج اور ایک منفرد آپ بیتی قرار دیا ہے اور اسے فکشن کے زمرے میں نہ رکھ کر خود گوشت کے زمرے میں جگہ دی ہے۔ان کی اپ بیتی میں عورت کا شعور شکوہ یا جذباتیت کے بجائے فکری وقار کے ساتھ سامنے اتا ہے وہ ایک تعلیم یافتہ باشعور اور خود مختار عورت کی نمائندہ نظراتی ہیں ان کی تحریروں میں یاداشت اور تاریخ اس طرح گھل مل جاتی ہیں کہ قاری فرد کی کہانی کے ساتھ ایک عہد کی کہانی بھی پڑھتا ہے ان کی خودنوشت نے یہ ثابت کیا کہ اپ بیتی محض ذاتی اعتراف نہیں بلکہ ایک عہد کی فکری دستاویز بھی ہوسکتی ہیں انہوں نے اردو اپ بیتی ادب کو فکری وسعت تہذیبی گہرائی اور ادبی وقار ادا کیا ہے انہوں نے اپ بیتی کو محض واقعاتی بیان تک محدود نہیں رکھا بلکہ علامتی انداز فلسفیانہ سوچ تہذیبی استعارے کے ذریعے اسے ایک تخلیقی صنف بنادیا۔

اس کتاب کی تین جلدیں شائع ہوئیں۔ان میں مصنفہ نے اپنے آباواجداد-اقرباء ووالدین اور خود کے حالات زندگی عصری حسیت کے ساتھ پیش کئے ہیں۔اس کی دو جلدیں تو ربط وتسلسل کی خصوصیات رکھتی ہیں۔البتہ تیسری جلد شاہراہ حریر مختلف موضوعات پر یادوں کا مجموعہ سا لگتا ہے۔اس میں ربط ہے تو اتنا کہ اس کا تعلق مصنفہ کی ذات سے

NAVJYOT / Vol. XV / Issue – I ISSN 2277-8063

ہے لیکن اس میں ابتداء و وسط و انتہا میں تاریخی ترتیب نہیں ہے مصنفہ کو جو جو یاد آتا گیا۔ صفحہ قرطاس پر منتقل کرتی گئیں۔ قرۃ العین کی یہ آپ بیتی رسالہ "آج کل" دہلی میں قسطوں میں شائع ہونا شروع ہوئی تھی اس کی پہلی قسط ستمبر ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ اور پھر یہ اٹھائیں قسطوں میں آگے بڑھی اور مارچ ۱۹۷۶ء میں اس کی آخری قسط شائع ہوئی لیکن یہ وہاں مکمل نہیں ہوا تھا۔ قرۃ العین حیدر نے اسے کتابی شکل میں شائع کیا تھا۔

پہلی جلد ۱۹۷۷ء میں اور دوسری ۱۹۷۹ء میں "کارِ جہاں دراز ہے" کے نام سے شائع ہوئی اور پھر ۲۰۰۳ء میں ایک کتاب شاہراہ حریر شائع ہوئی جسے "کار جہاں دراز ہے" جلد سوم کہا گیا۔ پہلی جلد میں انہوں نے دور ماضی کے اپنے آبا و اجداد کے حالات بیان کئے۔ ان کے وارد ہندوستان اور یہاں بسنے کا ذکر کیا ہے۔ اہل خاندان کے بکھرنے اور یک جائی کا ذکر کیا ہے۔ والدین کے خاندانوں کے حالات بیان کئے ہیں ان کی شادی اور پھر قرۃ العین کی پیدائش، تعلیم و تربیت اور بتدائی زندگی کی تفصیلات بیان کی۔ یہ سب الف لیلوی انداز میں افسانوی سحر طرازی کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ والد کے انتقال کے بعد آزادی، کے بعد وہ پاکستان چلی جاتی ہیں۔

دوسری جلد میں انہوں نے اپنے قیام پاکستان کے حالات کی تفصیلات لکھی ہیں۔ پاکستان کے قیام کے حالات، وہاں جانے کے اسباب و علل، وہاں کی مصروفیات، مختلف مقامات و ممالک کے سفر مختلف لوگوں سے روابط ملاقاتیں تاثرات عصری امور و مسائل، تاثرات و خیالات وغیرہ انہوں نے تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں ان بیانات کے درمیان وہ موجودہ حالات پر سے اندازہ لگا کر مستقبل کے حالات کا اندازہ بھی لگاتی ہیں۔ قرۃ العین حیدر کی اس خود نوشت پر بے شمار ادیبوں اور نقادوں نے اظہار خیال کیا ہے۔ اس کتاب کی نوعیت حیثیت - خصوصیات - قدر و قیمت - اہمیت کے اظہار کے لئے خود ایک ضخیم کتاب چاہیے۔ اس کے مشمولات کی فہرست سے اس کی نوعیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کی جلدوں کو انہوں نے ۱۶ فصلوں میں پیش کیا ہے اور ہر فصل کے متعدد ذیلی عنوانات تحریر کئے ہیں۔ کار، جہاں دراز ہے اردو کی اہم ترین آپ بیتیوں مین شمار ہوتی ہیں اس کتاب میں مصنّفہ کا بچپن اور خاندانی ادبی ماحول، ہجرت کا کرب، ہندوستان و پاکستان کی تہذیبی فضا، ادبی شخصیات سے تعلق، سب کچھ نہایت وقار، فکری سنجیدگی اور ادبی حسن کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ قرۃ العین حیدر نے اپنی زندگی کے تجربات کو صرف ذاتی کہانی تک محدود نہیں رکھا بلکہ انہیں برصغیر کی اجتماعی تاریخ سے جوڑ دیا۔

دونوں جلدوں کے موضوعات ربط و تسلسل کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں اور دوسری جلد کا خاتمہ مصنفہ کے پاکستان سے ہندوستان واپسی کے بیان پر ختم ہوتا ہے۔ فصلِ اول کے موضوع "فرات و جیحوں" کے ابتداء میں لکھتی ہیں۔ "میں دشت لوط کے کنارے کھڑا ہوں۔ کس طرف جاؤں ؟موت کہیں بھی، کسی راستے سے آسکتی ہے۔ چمکیلے خنجر کا وار، زہر کا بلورین پیالہ، زندان کے دروازے، ممکن ہے زندہ بھی رہ جائیں۔ فرات سے جیحوں تک کا راستہ کچھ کم دشوار گزار تھا؟۔ لیکن اللہ کی دنیا بہت وسیع ہے۔ اگر ماسید نبود مار اور جہاں جائے تنگ نہ بودئے۔"

اسی طرح جلد دوم کے فصل شانزدہ ہم کے آخری حصے میں ایک جگہ لکھتی ہیں۔ "میں دشت لوط کے کنارے کھڑا ہوں کس طرف جاؤں۔ موت کہیں بھی کسی راستے سے آسکتی ہے۔ چمکیلے خنجر کا وار، زہر کا بلورین پیالہ، زندان کے دروازے پر جلاد کی دستک، اڑتے ہوئے طیارے میں ہائی جیکر کا بم، شہری گوریلا کا حملہ، فضائی آلودگی سے پیدا شدہ مہلک امراض۔ سیاسی، مذہبی، لسانی فساد - جنگ، نیوکلیر دھماکہ۔ ممکن ہے زندہ بھی رہ جائیں۔ فرات سے جیحوں اور جیحون سے جمنا، اور جمنا سے گاگن تک کا راستہ کچھ کم دشوار گزار تھا؟ اللہ کی دنیا بہت وسیع ہے۔ اور دشت لوط کے کنارے تیل کی پائپ لائن جاری ہے۔ رب المشرقین ورب المغربین کی دنیا بڑی حیران کن ہے۔ کون کون کدھر نکل گیا، کیسی کیسی اجنبی اقوام کے درمیان جا بسے۔ ایک وقت تھا کہ ہم آلِ میر حسن ترمذی قصبہ نہوڑ ضلع بجنور میں خاموشی سے رہتے تھے۔"

اسی طرح موضوع "دریانورد و مغنّی کا گیت" میں رقمطراز ہے۔ "دوستو - جلد اول میں ۴۰ ۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کی داستان تاجیک نژاد افسانہ خواں نے میڈیول، مورخ، صوفی تذکرہ نگار درباری وقایع نویس، فیوڈل داستان گو، وکٹورین ناولسٹ، سیاسی کالم نویس، اور اردو افسانہ نگار کے روپ میں آ آکر آپ کو سنائی۔ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۷۸ء تک کا قصہ اپنا اور پاکستانی رشتے داروں اور دوستوں کا جلد دوم میں رقم کیا گیا۔ جلد سوم میں ۱۹۶۲ء سے تادمِ تحریر، داستانِ کشورِ ہند، یہاں کے اعزا اور احباب کی اوپر والے اسٹیج ڈائریکٹر نے اگر چاہا تو پیش کی جاوے گی۔"

تیسری جلد شاہراہ حریر میں الگ الگ ابواب میں الگ الگ حالات وواقعات ہیں۔ کار جہاں دراز کی جلد سوم میں الگ الگ ابواب میں الگ الگ حالات وواقعات ہیں۔ کار جہاں دراز کی جلد سوم میں ۱۹۹۳ء سے ۲۰۰۰ء تک مختلف اوقات میں شائع ہونے والے ابواب ہیں۔ شاہراہ حریر ایک قدیم راہ ہے جو چین کو مغرب سے منسلک کرتی ہے۔اس سے بہت سی رومانی کہانیاں وابستہ ہیں۔ قرۃ العین حیدر نے اپنا فیمیلی ساگا (داستان خاندان) پرانی یادداشتوں مسودوں کتابوں۔ خطوط۔ مطبوعہ کتب ورسائل اور مختلف لوگوں سے گفتگو کے ذریعے مرتب کی ہے۔ صدیوں پر پھیلی یہ داستان فکشن کے انداز میں ہے۔اس میں جو مواد پیش کیا گیا ہے۔اس کی بہت سی باتوں تلمیحات، اشاروں حوالوں کو سمجھنے اور اس سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لئے ایک قاری کا وسیع المطالعہ و مختلف علوم وفنون وادبی امور سے واقف ہونا ضروری ہے۔ یہ ایک بلند پایہ ادبی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر ظہر انصاری نے اخبار بلٹز بمبئی میں اس پر جو تبصرہ لکھا ہے اس میں اس بات کی جانب اشارہ کیا ہے۔

(۴فروری ۱۹۷۸۔ص۔۱۴۔۱۳)

قرۃ العین حیدر کے سفرنامے رپورتاژ:

قرۃ العین حیدر نے ہندوستان اور مشرق و مغرب کے کئی ممالک کی سیاحت کی اور ان سے متعلق لکھا۔ ان میں انہوں نے رپورتاژ اور سفرنامہ دونوں عناصر کا مشترکہ استعمال کیا ہے۔ ان کے رپورتاژ سفری رپورتاژ ہیں۔ ان کا تعلق ان کے حالات سفر سے ہیں۔ انہوں نے یہ حالات و کوائف سفر۔رپورتاژ کے انداز میں رواں بیانیہ کے انداز میں پیش کئے ہیں۔ اسلئے یہ کہنا مشکل ہو جاتا ہے کہ انہیں رپورتاژ کہا جائے یا سفرنامے۔ انکی سفرنامہ نگاری کا جائزہ لیتے وقت اس مشکل کا سامنا ہوتا ہے۔ کچھ نقاد ان کی اس قسم کی تحریروں کو رپورتاژ میں شمار کرتے ہیں اور کچھ سفرناموں میں۔

بشریٰ رحمٰن صاحبہ "ستمبر کا چاند" اور "کوہ دماوند" کو سفرناموں میں شمار کرتی ہیں جب خالد محمود" جہاں دیگر" اور "دکھلایئے لے جا کے اسے مصر کا بازار" کو سفرنامہ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر احسان القدیر صدیقی نے اپنے مقالے۔ اردو میں سیاحتی ادب (امراوتی یونیورسٹی) میں سبھی کو سفرنامہ میں شامل کر لیا ہے کیونکہ یہ سبھی حالاتِ سفر پر مشتمل ہیں۔ جمیل اختر صاحب نے "ستمبر کا چاند در، چمن ہر ورقے کوہ دماوند۔ گل گشت، خضر سوچتا ہے ؟ دکن سا نہیں ٹھار سنسار میں "، وغیرہ تمام تحریروں کو رپورتاژ میں شامل کیا ہے۔

جہانِ دیگر۔مکتبہ اردو ادب۔۱۹۷۰ء:

اس سفرنامہ میں قرۃ العین حیدر نے اپنی اسی نثری ادبی طرز تحریر اور اسلوب بیان سے کام لیا ہے۔ جو ان کے افسانوں۔ ناولوں وغیرہ میں ملتا ہے۔اس کی مخصوص شناخت ہے۔اس اسلوب نگارش ہندوستان کے اساطیر۔قدیم قصص روایات۔لی جینڈ۔ داستانوں۔ صوفیوں اور رُشیوں کے روحانی وسیلوں۔ ہندوستانی تاریخ و تہذیب و معاشرت سے ابھرتا ہے۔ موضوع کوئی بھی ہوں۔ ان کا اسلوب نگارش اسی انداز کا ہے۔ انہیں ماضی سے بہت پیار ہے۔ وہ ماضی حال اور مستقبل تینوں زمانوں میں پہنچتی رہتی ہیں۔ حال کا ذکر کرتے۔ کرنے انہیں ماضی یاد آجاتا ہے۔ تاریخی و تہذیبی معلومات مہیا کرائی جاتی ہیں۔ متعلقہ باتیں بیان کرتی جاتی ہیں جن کو کما حقہ سمجھنے اور لطف اندوز ہونے کیلئے قاری کا باعلم ہونا ضروری ہے۔ "گبریل کو ہن اسٹوری فائل۔ برمیانی نے تین ہزار قبل نوحہ کہا تھا۔ کرنل دویر برمیا ہو آج نوحہ گر"۔ اب اس عبارت کو ایک عام قاری کیا سمجھے اس نے نہ تو بائیل پڑھی ہے نہ یرمیاہ نبی کے قصہ اور اس کے نوحہ سے واقف ہے نہ آج کے کرنل ڈویر برمیا ہو گی نوحہ گری کے سیاق وسباق سے۔ قید خانے میں تلاطم ہے کہ ہند آتی ہیں۔ مختلف پیراگرافوں کا ایک پزل معلوم ہوتا ہے۔ ان کے سفرناموں میں ظاہری مناظرہ و مظاہر بھی ہیں اور باطنی آثار و اثرات بھی۔ وہ ظاہر سے زیادہ باطن میں محو سفر نظر آتی ہیں۔ ان کے بیانات میں معانی و افکار کی ایک دنیا آباد ہے۔ ان کے سفرناموں میں تحیر کا عنصر کافی ہوتا ہے۔ قاری ان کی باتوں کو پوری طرح سمجھے نہ سمجھے ان کے منفرد اسلوب نگارش حسین تشبیہوں۔ بلیغ تلمیحات اور شعروں میں تحیر زدہ ہو کر مسحور سا رہ جاتا ہے۔ اس پس منظر میں ان کے سفرنامہ جہان دیگر پر نظر ڈالی جائے۔ تو یہاں بھی ایک جہان معانی نظر آتا ہے یہ مصنفہ کے سفر امریکہ وہاں کے مختلف مقامات کی سیر۔ شہروں۔مقامات۔حالات۔ معاشرت۔ رویوں اشیاء اور ماضی وحال کی باتوں۔ تاریخی، سیاسی، ادبی، ثقافتی، معاشرتی باتوں کا دلکش افسانوی بیان ہے۔ افسانویت۔ڈرامائی تاریخ۔فلسفہ۔ادب اور مزاج کا ایسا امتزاج بہت کم ملتا ہے۔

قرۃ العین حیدر نے امریکی یونیورسٹیوں کے پروفیسروں، امریکی شاعروں ادیبوں، فلم ایکٹروں، ایکٹرسوں، سیاسی رہنماؤں، ارب پتیوں۔ گانے والوں، عام لوگوں، حبشیوں مزدوروں وغیرہ کئی لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور ان کے حالات لکھے۔

کوارٹریٹ کے نزدیک ایک گملے کے نیچے رکھا ایک چھوٹا سا مجسمہ - ایک فاقہ زدہ ایشیائی لڑکے کا تھا۔ سر جھکائے چہرے کی بے چارگی اور احساس محرومی کا حقیقت آمیز تاثر حیرت انگیز تھا۔ وہ ننھا لڑکا احساس فراغت اور عشرت اور تہذیبی و روحانی طمانیت کے اس ماحول میں ایک کونے میں چھپا سب کچھ دیکھ کر گویا پتھر ہو چکا تھا۔ پروفیسر سی پر لنگ نے کہا۔ "یہ مجسمہ میرے ایک شاگرد نے جنوبی ایشیاء میں بنایا تھا یاد نہیں کونسے ملک میں۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا" میں نے کہا یہ "بلحاظ فقر و فاقہ جنوبی ایشیاء کے سارے ملک کہاں ہیں۔" اس قسم کے تیکھے بیانوں سے سارا سفر نامہ بھرا پڑا ہے۔ امریکہ کی مشینی زندگی کو مصنفہ نے بڑی گہری نظر سے دیکھا ہے اور امریکنوں کے باطن میں جھانکنے کی کوشش کی ہے کیونکہ وہ بھی آخر انسان ہیں۔ قرۃ العین حیدر نے "پش بٹن تہذیب تعمیر و تخریب" جیسے بلیغ فقرے سے ڈسکرا آپ کیا ہے۔ سفر نامہ میں ایسی لاتعداد مثالیں موجود ہیں۔ امریکہ میں ایک بڑی تعداد ہندوستانیوں پاکستانیوں کی ہے جن میں بڑی تعداد مسلمانوں کی بھی ہے۔ مصنفہ نے ان کے رہن سہن جذبات خیالات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اپنی جڑوں سے کٹ جانے والے یہ پودے اس سرزمین میں ابھی جڑ نہیں پکڑ سکے۔ شدید نفرت انفرادیت پرستی۔ دوسرے شخص کی پرائیویسی کا احترام، اپنے کام سے کام امریکی تہذیب کی خصوصیت ہے۔ وہاں خوش مالی تحفظ آزادی پر یقین کامل ہوتا ہے۔ ہر شئے مشینی ہوگئی ہیں۔ الکٹرانکس کمپیوٹر، روبوٹ وغیرہ ان کی جزو زندگی بن گئے ہیں۔ نیو انگلینڈ کے حسین خطے - اقوام متحدہ کا دفتر - سکریٹری امپائر اسٹیٹ بلڈنگ۔ نیویارک کا ہارلم علاقہ - کالوں کی زندگی - ٹائمز اسکوائر اور کئی مقامات و عمارات کے حالات وذکر بڑے دلکش و موثر ہیں۔

ہواؤں کا شہر:

اس عنوان سے شکاگو کی سیاحت کے حالات ہیں۔ وہاں کی یونیورسٹی - مشہور مقامات - مشہور جھیل - دنیا کی بلند ترین عمارت سیز رٹاور (اس وقت کی) کی کئی مشہور مکامات کا ذکر ہے۔ مصنفہ نے اپنی دیکھی بھالی چیزوں وغیرہ، حالات وغیرہ کے ساتھ اپنے تاثرات ارد یگر تاریخی ثقافتی، جغرافیائی، تہذیبی اور ادبی حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ جنسی آزادی پر تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔ مشرقی و مغربی ممالک اور ان کی معاشرت پر تبصرہ کیا ہے۔ ایک باب میں سان فرانسسکو کی سیر کا احوال ہے۔ مصنفہ کا یہ سفر نامہ ادبی معلوماتی تاریخی ثقافتی معاشرتی قدر و قیمت کی وجہ سے منفرد ہے۔

ستمبر کا چاند:

قرۃ العین حیدر کا یہ رپورتاژ مصنفہ کے جاپان کے سفر اور وہاں ادیبوں بین الاقوامی کانفرنس کے انیسویں سالانہ اجلاس کی روداد ہے۔ اس کا سب سے اہم اور قابل توجہ پہلو یہ ہے کہ اس کے واقعات کا مکانی پس منظر وسیع و عریض ہے۔ چونکہ اس میں واقعات ایک عالمی، ادبی، سماجی تقریب سے موخوذ ہیں۔ اس کے واقعات میں خارجیت اور جاں بجاآورد کا زور پایا جاتا ہے۔ تحریری زور اور ادبی دب دبہ تو واضح ہے لیکن اسمیں مختلف ممالک کے ادیبوں اور شخصیات کا ذکر کچھ اس طرح سے کیا گیا ہے کہ قردار حقیقی اور جیتے جاگتے محسوس ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت پر مبنی ہونے کے باوجود افسانوی رنگ بھی موجود ہیں۔ یہاں چاند ایک علامت ہیں جو عمید، خوبصورتی اور وقت کی تبدیلی کو ظاہر کرتا ہے۔

ماحصل:

اظہار ذات کی خواہش ہر ذی حیات مخلوق کا خاصہ ہے اور انسان بھی اس سے مبرہ نہیں ہے آپ بیتیانہ انہ ادب خود نوشت سوانح حیات، ڈائری، سفر نامہ، رپورتاژ و خطوط اور آپ بیتیانہ ناول کی صف پر مشتمل ہے۔ اردو میں آپ بیتیانہ ادب (مختلف اصناف میں) کی تخلیق و ترویج میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین ادیبوں کی ایک قابل لحاظ تعداد نے بھی نہایت اہم خدمات انجام دی ہیں جس میں قرۃ العین حیدر کا نام نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ قرۃ العین حیدر کا شمار عصر حاضر کی صف اول کی ادیبہ، افسانہ نگار و ناول نگار۔ رپورتاژ نگار و خود نوشت نگار میں ہوتا ہے انھوں نے ہر میدان میں۔ اپنی ادبی تحریروں سے نمایاں مقام حاصل کیا ہے جہاں ان کی کتاب "کار جہاں دراز ہے" آپ بیتی اور فکشن کا فنکارانہ امتزاج ہے اس میں قرۃ العین حیدر نے تاریخی حقائق کو افسانوی زبان میں بڑے دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے اور ایک نئے طرز اسلوب کو پیش کیا ہے۔

نکادان فن نے اسے فکشن فیکٹس اینڈ فکشن کا دلکش کا ایک وفنکارانہ امتزاج اور ایک منفرد آپ بیتی قرار دیا ہے۔اسی طرح اگر ہم قرۃ العین حیدر کا اردو سفر نامے اور رپور تاژی کی صنف میں کردار پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرۃ العین حیدر نے ہندوستان اور مشرق و مغرب کے کئی ممالک کی سیاحت کی اور ان سے متعلق لکھا۔ان تحریروں میں انہوں نے رپورتاژ اور سفر نامہ دونوں عناصر کا مشترکہ استعمال کیا ہے۔قرۃ العین کے رپورتاژ پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے بیشتر رپورتاژ سفری ہیں۔یعنی ان کا تعلق ان کے حالات سفر سے ہیں اسلئے یہ کہنا مشکل ہو جاتا ہے کہ انہیں رپورتاژ کیا جائے یا سفر نا ہے۔قرۃ العین حیدر کے سفر نامہ جہاں دیگر مکتبہ اردو ادب ۱۹۷۰ء کا مطالعہ کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس سفر نامہ میں مصنفہ اپنی اسی نثری ادبی طرز تحریر اور اسلوب بیان سے کام لیا ہے جو ان کے افسانوں، ناولوں وغیرہ میں ملتا ہے ان کی تحریر کی مخصوص شناخت ہیں انھیں اپنے ماضی سے پیار ہے موضوع کوئی بھی ہوں وہ ماضی، حال اور مستقبل تینوں زمانوں میں بیٹھی پہنچتی رہتی ہیں ان کی تحریروں کو سمجھنے کے لئے قاری کا باعلم ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ ان کے سفر ناموں میں موجود دور کی معلومات کے ساتھ ساتھ تاریخی و تہذیبی معلومات بھی مہیا کرائی جاتی ہے۔ان کی تحریروں کو سمجھنا ایک عام قاری کے لئے بہت مشکل ہے وہ ظاہر سے زیادہ باطن میں محو سفر نظر آتی ہیں۔ان کے بیانات میں معانی وافکار کی ایک دنیا آباد ہے۔قید خانے میں تلاطم ہے کہ ہند آتی ہیں؟ سفر نامہ تحیر کا عنصر کافی دکھائی دیتا ہے۔ان کا منفرد اسلوب نگارش، حسین تشبیہات، بلیغ تلمیحات اور شعر سے قاری کو تحیر زدہ کر دیتے ہیں۔مصنفہ اپنی تحریروں میں اپنی دیکھی بھالی چیزوں، وہاں کے حالات وغیرہ کو بیان کرنے کے ساتھ سے اپنے تاثرات اور دیگر تاریخی، ثقافتی، جغرافیائی، تہذیبی اور ادبی خیالات پر بھی روشنی ڈالتی جاتی ہے۔جس کی وجہ سے قاری مسحور و متحیر ہو جاتا ہے اور اس کی معلومات وخیالات میں بے پناہ اضافہ اور خیالات میں مثبت رجحانات پیدا ہو جاتے ہیں۔غرض کہ آپ بیتیانہ ادب کے عروج وارتقاء میں قرۃ العین حیدر نے ایک نمایاں کردار ادا کیا ہیں۔ان کی تصانیفات اپنی مثال آپ ہیں جو قاری کو تحیر میں مبتلا کر کے مسحور کر دیتی ہیں۔

حوالہ جات

اردو میں رپورتاژ نگاری : عبدالعزیز

اردو نثر کے اسالیب : ڈاکٹر عبدالخالق

اردو میں رپورتاژ نگاری : طلعت گل

رضیہ سجاد ظہیر : امن کا کارواں

ریاسات خانم : کولہاپور میوزک کانفرنس

خدیجہ مستور : پوچھئے

عصمت چغتائی : بمبئی سے بھوپال تک

قرۃ العین حیدر : ستمبر کا چاند

قرۃ العین حیدر : گل گشت

قرۃ العین حیدر : کوہ دماوند

قرۃ العین حیدر : وکن سا نہیں ٹھرا

قرۃ العین حیدر : قید خانے میں تلاطم ہے کہ

سلمیٰ صدیقی : نقاب اور چہرے

ازھرہ جمال : دسمبر کی رات

صفیہ اختر : ایک ہنگامہ

آمنہ ابالحسن : دودن